احکام القرآن للجصاص

باب البیع

ترجمه و تعلیق از: **غلام مرتضیٰ آزاد**

ابوبکر الجصاص کی کتاب 'احکام القرآن' میں سے 'باب البیع' کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ۔ اس باب میں خرید و فروخت ، سود خوری سے باز نہ آنے اور دین کی ادائیگی سے متعلق احکام پر مفصل بحث کی گئی ہے ۔ اس سے قبل اسی کتاب میں سے ' باب الربا کا ترجمہ جنوری ۷۲ کے 'فکر و نظر' میں شائع ہوچکا ہے ۔ اس باب کا مطالعہ کرنے سے قبل ، اگر ' باب الربا ' کے ترجمہ کو دوبارہ پڑھ لیا جائے تو مافی‌الباب عمیق علمی ابحاث اور دقیق فقہی مسائل کو سمجھنا زیادہ آسان ہوگا ۔

مترجم ۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ” واحل اللہ البیع“ (اور سودے کو خدا نے حلال کیا ہے) ہر قسم کی خرید و فروخت کے جواز کو شامل ہے اس لئے کہ لفظ بیع لغت میں ایک معقول معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے یعنی (۱) جانبین کی رضامندی سے ، (۲) ایجاب و قبول کے ساتھ، (۳) ایک مال کے بدلے دوسرے مال کا مالک بنانا ۔ عربی زبان میں بیع کا حقیقی مفہوم یہی ہے ، البتہ بیع کی کچھ قسمیں جائز ہیں اور کچھ فاسد ۔ لیکن جب ہم بیع کے جواز یا فساد میں اختلاف کریں تو یہ آیت عموم اللفظ کی وجہ سے اس اختلاف کو منع نہیں کرتی ۔

اگرچہ آیت عام ہے تاہم اہل علم کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے مراد وہ خاص اقسام بیع ہیں جو جائز ہیں اس لئے کہ تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیع کی بہت سی اقسام مثلاً ایسی چیز کو بیچنا جو اپنے قبضہ میں نہیں یا ایسی چیز کی بیع جو انسان کی ملکیت نہیں، کسی چیز کو دھوکہ سے بیچنا، نامعلوم چیز کی بیع اور حرام اشیاء کی خرید و فروخت وغیرہ ممنوع ہیں، حالانکہ اس آیت کے الفاظ بیع کی جمیع اقسام کے جواز کے حامل ہیں مگر یہ اقسام اس عمومی حکم سے چند دلائل کے ذریعہ مستثنی سمجھی جاتی ہیں ۔ البتہ وہ اقسام بیع جنکی تخصیص پر دلائل نہیں ان کے عمومی حکم (جواز) سے آیت مانع نہیں ۔

لفظ ، ''احل اللہ البیع،، کے عام حکم سے بیع موقوف (بیع مشروط)، کے جواز پر استدلال کرنا درست ہے ۔ بیع، ایجاب و قبول کا نام ہے لیکن میں نے بیچا، میں نے خریدا وغیرہ الفاظ کہدینے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ۔ ظاہر ہے کہ جب بائع اور مشتری اختیار و پسندیدگی کی شرط پر کسی چیز کا سودا کریں تو اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ۔ حالانکہ اسے 'بیع' ہی کہا جائے گا اور اسی طرح جب دو وکیل کسی کے لئے سودا کرتے ہیں تو وہ شیئی مبیع کے مالک نہیں بنتے ۔

ارشاد الٰہی ''وحرم الربا،،۲ (اور سود کو حرام کیا ہے) اسکا حکم بھی وہی ہے جو ہم اس سے قبل بیان کرچکے ہیں یعنی یہ مجمل لفظ ہے اور اس کی وضاحت شریعت کے بیان پر موقوف ہے، چنانچہ ربا کی کچھ اقسام بیع ہیں اور کچھ بیع نہیں ہیں ۔ مثلاً اہل جاہلیت کا سود یعنی وہ قرض جس میں مدت اور اصل زر سے زیادہ کی ادائیگی کی شرطیں ہوتی تھیں ۔

خود اسی آیت کے سیاق میں اشارہ موجود ہے کہ '' احل اللہ البیع ،، کے عام حکم سے بیع کی وہ صورتیں جن میں سود ہو خارج ہیں ۔

(امام) شافعی کا خیال ھے کہ جب یہاں پر لفظ ''ربا،، مجمل ھے تو یہ ضروری ھے کہ لفظ '' بیع ،، بھی مجمل ھو، لیکن ھمارے نزدیک ایسا نہیں (یعنی لفظ بیع مجمل نہیں) اس لئے کہ بیع کی وہ اقسام جو سودی نہیں ان میں اس آیت کا عام حکم (بلاتوقف) جاری ھے۔ البتہ ان صورتوں میں توقف ضروری ھے جن کے سودی یا غیر سودی ھونے میں شک ھو، بیع کی جن صورتوں کے غیر سودی ھونے کا ھمیں یقین ھے انکی حلت پر ربا کی حرمت والی آیت سے اعتراض کرنا جائز نہیں۔ اس مسئلہ کو ھم نے اصول فقہ میں واضح کر دیا ھے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ''ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربا،، ۳ (یہ اس لئے کہ وہ کہتے ھیں کہ سودا (بیچنا) بھی تو ویسا ھی ھے جیسے سود (لینا)) سود کی اباحت کا عقیدہ رکھنے والے کافروں کے قول کی وضاحت ھے۔ ان لوگوں کا دعوی تھا کہ خرید و فروخت سے حاصل کردہ نفع اور سودی طریقہ سے ھتھیائی ھوئی دولت میں کوئی فرق نہیں۔ انہوں نے ان دینی اور دنیاوی مصالح سے جو احکام الہی کے تحت مرتب ھوتے ھیں اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا، انکی نادانی پر اللہ نے انکی مذمت کی اور قیامت کے دن ان پر عذاب چھا جانے اور انکی حقیقی حالت کی خبر دی۔

ارشاد الہی، ''واحل اللہ البیع،، ایسی چیزوں کی خرید و فروخت کی حجت ھے جنکو خریدنے والے نے نہ دیکھا ھو۔ اسی طرح یہ آیت حجت ھے کہ اگر دو شخصوں نے (مثلاً) گیہوں کا مساویانہ تبادلہ کیا اور قبضہ کرنے سے پہلے جدا ھوگئے تو یہ سودا باطل نہیں ھوگا۔ اس لئے کہ لفظ بیع کے ورود کے بعد بیع کے احکام یعنی قبض، تصرف، اور ملکیت وغیرہ حقوق کا لزوم یقینی ھے۔ لہذا اس آیت کا تقاضا ھے کہ یہ احکام (تصرف، ملکیت وغیرہ) عدم قبضہ کے باوجود باقی رھیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد، ''حرمت علیکم امھاتکم۴ ،، (تم پر تمھاری مائیں

حرام کردی گئی ہیں) ہے۔ اس سے مراد (صرف) ان سے استمتاع کی حرمت ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے اللہ تعالی کے ارشاد، ''لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم،، (٥) (مومنو ! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو(تو وہ جائز ہے) کو بھی دو طرح سے بطور دلیل پیش کیا جا تا ہے ۔ اول یہ کہ اس آیت کے مطابق، خرید و فروخت کے بعد قبضہ کیئے بغیر متعاقدین کیلئے شیئی مبیع میں سے کھانا مباح ہے ، دوم یہ کہ الگ ہونے کے بعد قبضہ سے پہلے مشتری کے لئے کھانا جائز ہے ۔

ارشادالٰہی، ''فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ماسلف ٦ ،، (تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو پہلے ہوچکا وہ اسکا) اسکا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس امتناعی حکم کے بعد سود خوری سے رک گیا وہ اس مال کا مالک ہے جس پر اس نے آیت تحریم ربا کے نزول سے پہلے قبضہ کرلیا تھا مگر سود کی غیر مقبوضہ رقوم اس مفہوم میں شامل نہیں اس لئے کہ غیر مقبوض (سود) کے باطل ہونے اور اس سے باز رہنے کا ذکر، ''یا ایھاالذین آمنوا اتقو اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین،، ۷ (مومنو ! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو) کے الفاظ میں واضح طور پر موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے سود کی غیر مقبوضہ رقوم کو باطل قرار دیا، اگرچہ، انکی ادائیگی آیت کے نزول سے قبل طے پاچکی تھی ۔ لیکن اللہ تعالی نے اس سود کو فسخ نہیں کیا جو آیت کے نزول سے قبل قبضہ میں آچکا تھا، بلکہ اس کے ملک کا اس طرح فیصلہ کردیا کہ ''جنکے پاس پروردگار کا حکم پہنچے گا اور وہ باز رہے تو جو اس حکم سے پہلے لے چکے وہ ان کا ہے ۔ ،، سدی اور دوسرے مفسرین سے یہی مفہوم روایت کیا گیا ہے ۔

ارشاد خداوندی، ''وذروا مابقی من الربا،، (اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو) اس سے اللہ تعالی نے باقی ماندہ غیر مقبوض سود کو باطل قرار دیا مگر مقبوض (سود) کو باطل نہیں کیا۔

اس کے بعد اللہ تعالی کا ارشاد ہے، ''وان تبتم فلکم رؤوس اموالکم،،۸ (اور اگر توبہ کرلو گے تو تم کو اپنی اصلی رقم لینے کا حق ہے) یہ غیر مقبوض سود کو باطل قرار دینے اور بغیر سود و اضافہ کے راس مال (اصل زر) وصول کرنے کی تاکید ہے۔

ابن عمر و جابر سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں (حسب روایت جابر عرفات میں) حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا، '' جاہلیت کا ہر ایک سود ختم کر دیا گیا اور سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے،،۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل غیر مقبوض سود کو باطل کرنے اور مقبوض سود کو معاف کرنے میں اس آیت کے معنی کے موافق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، کے اس خطبہ میں، جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے بہت سے احکام کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ قبضہ کرنے سے پہلے اگر خرید و فروخت میں کوئی ایسی بات پیدا ہوجائے جو بیع کو حرام کردے تو اسکو سودا کرنے کے وقت موجود سمجھا جائے گا (یعنی یہ بیع باطل ہوجائے گی) لیکن اگر قبضہ کرنے کے بعد کوئی ایسی حالت پیدا ہوجائے جو سودے کو حرام کردے تو اس سے معاملہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس کو یوں سمجھئے کہ دو نصرانیوں نے شراب کے بدلے ایک غلام کا سودا کیا، تو یہ بیع ہمارے نزدیک درست ہے۔ لیکن اگر، ان میں سے ایک شخص شراب پر قبضہ ہونے سے قبل ایمان لے آیا تو یہ سودا ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان نے شکار خریدا اور (شکار پر قبضہ کرنے سے پہلے)

بائع یا مشتری نے حج کے لئے احرام باندھا تو یہ سودا باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اس سودے پر اب ایسی حالت طاری ہوگئی جو مال پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سودے کو حرام کردینے کی موجب ہے ۔ لیکن، اگر، (پہلی صورت میں) شراب پر قبضہ کر لینے کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا یا (دوسری صورت میں) شکار پر قبضہ ہوگیا اور اس کے بعد وہ احرام کی حالت میں داخل ہوئے تو معاملہ باطل نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی نے آیت تحریم ربا میں قبضہ شدہ سود کو باطل نہیں کیا ۔

اس قسم کے جملہ مسائل میں قبضہ ہو جانے کے بعد بیع کو جائز قرار دیا جائے گا، البتہ یہ معاملہ لازم نہیں ہوگا اگر قبضہ سے پہلے فروخت کردہ غلام قتل کردیا جائے اور نہ یہ بیع باطل ہوگی ۔ اور خرید کنندہ کے لئے جائز ہوگا کہ وہ مجرم کا پیچھا کرے، گویا اس معاملہ بیع پر کوئی ایسی حالت اثر انداز نہیں ہوئی جو اسکی حرمت کی موجب ہو کیونکہ یہ معاملہ اپنی اسی حالت پر رہے گا جس پر کہ وہ ابتدا میں تھا اور قیمت فروخت کردہ چیز کے قائم مقام ہوگی ۔ ایسی تمام صورتوں میں مبیع (فروخت کردہ چیز) کا اعتبار ہوگا البتہ خریدنے والے کو سودا برقرار رکھنے یا ختم کردینے کا اختیار حاصل ہے ۔

دوسرا مسئلہ :- اس خطبہ میں اس مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بائع کے ہاتھ میں مبیع (فروخت کردہ چیز) کا ہلاک ہونا یا قبضہ نہ ہو سکنا معاملہ بیع کو ختم کرنے کا موجب ہے ۔ ہمارے اصحاب (احناف) اور (امام) شافعی کی یہی رائے ہے ۔ (امام) مالک کہتے ہیں یہ سودا ختم نہیں ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کو مال پر قبضہ کرنے سے روکا نہیں ہے تو مشتری کے ذمہ قیمت واجب ہوجائے گی ۔ اس آیت میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنا معاملہ بیع کو مکمل کرتا ہے اور قبضہ کے سقوط سے معاملہ بیع ختم ہوجائے گا ۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے جب سود پر قبضہ کرنے

سے منع فرمایا تو گویا سود کی شرائط پر طے کردہ سودے کو ھی ختم کردیا اور صرف اصل زر لینے کا حکم دیا اور یہ اس بات کی دلیل ھے کہ بیع پر قبضہ کرنا معاملۂ بیع درست ہونے کی شرائط میں سے ھے ۔ جب بھی کوئی ایسی حالت پیش آجائے جس کی وجہ سے مبیع پر قبضہ نہ ھوسکے تو یہ معاملہ بیع کے بطلان کا موجب ھوگا۔

تیسرا مسئلہ :— اس خطبہ میں اس مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ھے کہ جب مسلمانوں کا امام دارالحرب کو فتح کرلے تو وھاں (اسلامی نقطۂ نظر سے) ناجائز بنیادوں پر طے پاجانے والے خرید و فروخت کے معاملات کو منسوخ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ، جیسا کہ معلوم ھے، سود کو حرام قرار دینے والی آیت کے نزول اور نبی ص کے خطبہ دینے اور سود کو ختم کرنے کے درمیان فتح مکہ سے قبل مکہ میں سودی معاملات ہوتے رھے مگر آپ ص نے ان کو منسوخ نہیں کیا اور نہ نزول آیت سے پہلے اور بعد میں ہونے والے سودی معاملات میں فرق کیا ۔ یہ اس بات کی دلیل ھے کہ دارالحرب میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان خرید و فروخت کے بعد جو کچھ کسی کے قبضہ میں آچکا اللہ تعالی نے اسے اس کا مالک قرار دیا ۔

ارشاد خداوندی، ''فلہ ما سلف،، (تو اس کا ھے جو آگے ھو چکا) کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ھے کہ، اللہ تعالی اس کے پچھلے گناھوں کو معاف کردے گا ۔ مگر آیت کا یہ مفہوم لینا درست نہیں اس لئے کہ اس کے بعد ارشاد ھے، ''وامرہ الی اللہ،، یعنی اس کے ثواب و عقاب کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ھے اور آخرت میں اس کے لئے جو حکم ھوگا اس کے متعلق اللہ تعالی نے ھمیں نہیں بتایا ۔ لیکن، اگر ''فلہ ما سلف،، کا یہی مفہوم لے لیا جائے تو اس سے ھمارے بیان کردہ مفہوم کی نفی نہیں ھوتی ۔ لھذا اس سے دونوں مفہوم مراد لئے جا سکتے ھیں یعنی (۱) خدا اس کے گناہ معاف کردے گا اور (۲) جس مال پر اس نے اسلام سے

پہلے قبضہ کیا وہ اسی کی ملک ہے۔ یہ مفہوم اس بات کی دلیل ہے کہ قبول اسلام سے پہلے دارالحرب کے لوگ خرید و فروخت سے جس مال پر قابض ہوئے، قبول اسلام کے بعد انہی کا مال قرار دیا جائے گا۔

سودخوری سے باز نہ آنے والوں کا حکم

ارشاد الٰہی ہے،

”یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله	اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔
و ذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین:	اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔
فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله“ ۹	اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہوجاؤ (کہ تم) خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے (تیار ہوتے ہو)۔

ابو بکر (الجصاص) کہتے ہیں اس آیت کے دو معنی ہوسکتے ہیں

(۱) اگر تم خدا کا حکم نہیں مانتے اور اس کے آگے سر اطاعت نہیں جھکاتے تو . . . .

یا (۲) سود کے (امتناعی) حکم کے نزول کے بعد اگر تم باقی ماندہ سود نہیں چھوڑتے تو (الله اور اسکے رسول سے لڑنے کو تیار ہوجاؤ)، اگرچہ سود کی حرمت کا عقیدہ رکھتے ہو۔

ابن عباس، قتادہ اور ربیع بن انس سے مروی ہے ”جو شخص سودی کاروبار کرے امام اس کو توبہ کرائے، اگر وہ باز آجائے (توبہ کرلے) تو ٹھیک ہے ورنہ اسکو قتل کردے۔“ اس کا معنی یہ ہے کہ سود لینے والا سود کو حلال سمجھ کر لیتا ہے، اسی بنا پر قتل کا حکم ہے کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ سود کی حرمت کا عقیدہ رکھنے والا کافر نہیں۔

ارشاد خداوندی ''فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ،، سودی کاروبار سے باز نہ رھنے والوں کو کافر نہیں قرار دیتا ھے اس لئے کہ اس قسم کے الفاظ کا اطلاق کبھی ایسی حکم عدولیوں پر بھی ھوتا ھے جو کفر سے کمتر ھیں ۔ (مثلاً) زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کیا کہ (حضرت) عمر نے معاذ کو روتے دیکھا تو پوچھا آپ کس وجہ سے رو رھے ھیں ؟ انہوں نے جواب دیا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا،

''الیسیر من الریاء شرک	(تھوڑی سی ریا بھی شرک ھے
و من عادی اولیاء اللہ	اور جس نے اولیاء اللہ سے دشمنی کی
فقد بارز اللہ بالمحاربۃ،، ۔	اس نے (گویا) اللہ کو لڑنے کی دعوت دی ۔

تو اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء اللہ سے لڑنے کو خدا سے لڑنا کہا، حالانکہ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا کفر نہیں ۔ اسباط نے سدی کے واسطہ سے اس نے ام سلمی کے مولی صبیح سے، اس نے زید بن ارقم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنھم سے فرمایا، ''جس سے تمھاری لڑائی ھے اس سے میری لڑائی ھے اور جس سے تمھاری صلح ھے اس سے میری صلح ھے،، ۔

اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد ھے، ''انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا،، ۔ ۱ (جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ۔) فقہاء امت کا اتفاق ھے کہ یہ حکم مسلمانوں کے لئے ھے ۔ ان لوگوں کو، کھلے بندوں رھزنی کرنے کی وجہ سے، یہ کہا گیا کہ، ''یہ لوگ اللہ سے لڑنے والے ھیں،، ۔ اور یہ اس بات کی دلیل ھے کہ کفر سے کمتر کسی معصیت کا کھلے بندوں ارتکاب کرنے والوں کو ''اللہ اور رسول سے لڑنے والے،، کہنا درست ھے ۔

ارشاد خداوندی، ''فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ،، اس بات کی خبر ہے کہ ایسے شخص کی معصیت بہت بڑی ہے اور اگرچہ وہ کافر نہیں تاہم اتنا بڑا نافرمان ہے کہ اس امر پر اس سے لڑائی کی جائے بشرطیکہ وہ حاکم وقت کا مقابلہ کرے، اگر مقابلہ نہ کرے تو حاکم وقت اس کو مناسب سزا دے۔

اسی طرح کا حکم ہونا چاہئے ان نافرمانیوں کا جن پر خدا نے عذاب دینے کا وعدہ کیا ہے، اگر کوئی شخص انکا ارتکاب کرنے پر مصر ہو، کھلے بندوں ان کا ارتکاب کرے اور مزاحمت پر اتر آئے تو اس کے اور اس کے پیرو کاروں کے خلاف لڑائی کی جائے گی اور ان سے قتال کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ لوگ (اپنے فعل سے) باز آجائیں۔ اگر نا فرمانی کرنے والے (امام کا) مقابلہ نہ کریں تو امام ان کو ان کے جرم کی مقدار کے مناسب سزا دے۔ یہی حکم ہے ان غلبہ پانے والے ظالموں کا جو لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں اور (امام کی اجازت کے بغیر) زبردستی ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مزاحمت کریں تو ان سے لڑنا اور ان کو قتل کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ یہ لوگ سود خوروں سے کہیں بڑے مجرم ہیں اس لئے کہ ایسا کرنا احکام الہی کے احترام اور جمیع مسلمانوں کے احترام کی ہتک کرنا ہے۔ سود خور، سود لینے میں، صرف حکم الہی کی خلاف ورزی کرتا ہے مگر اس نے سود دینے والے کی ہتک عزت نہیں کی اس لئے کہ سود دینے والے نے اپنی خوشی سے سود دیا، جبکہ بلاتاویل اور بلا شبہ، جبراً و قہراً ٹیکس وصول کرنے والے، راہزنوں کے زمرہ میں ہیں، اور اللہ کے امتناعی حکم اور امت مسلمہ کےاحترام کی ہتک کرتے ہیں چنانچہ ایسے لوگوں، انکے پیروکاروں اور ان کے مددگاروں کو ہر ممکن طریقے سے قتل کرنا ان کا علم رکھنے والے ہر مسلمان کے لئے روا ہے۔

(خلیفہ اول) ابوبکر رضی اللہ نے، باتفاق صحابہ، مانعین زکوۃ کے خلاف دو وجوہ (۱) مانعین زکوۃ کے کفر (۲) اور مزاحمت کی بنا پر جنگ کی۔ ان لوگوں نے زکوۃ کی فرضیت قبول کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے انکار کردیا

تھا ۔ اس طرز عمل سے دو باتوں کے مرتکب ٹھہرے ۔ ایک ، اللہ تعالی کا حکم ماننے سے انکار، جو کہ کفر ہے اور دوسرے ، اللہ تعالی کی طرف سے فرض کردہ صدقات امام کو ادا کرنے سے انکار۔ غرض (حضرت) ابوبکر کو، مانعین زکوۃ کے خلاف دو امور کی وجہ سے جنگ کرنا پڑی ۔ اسی لئے ابوبکر رضہ نے فرمایا، ''اگر یہ لوگ مجھے ان چیزوں میں سے، جنھیں وہ رسول اللہ کے وقت میں ادا کرتے تھے ، نکیل کی رسی یا، جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے، بکری کا چھوٹا بچہ بھی ادا کرنے سے انکار کریں گے تو میں اس پر ان سے ضرور لڑوں گا ۔

بلا شبہ ہم نے ان کو کافر اور زکوۃ کی فرضیت قبول کرنے سے انکار کرنے والا کہا ہے، اس لئے کہ صحابہ نے انہیں '' اھل الردۃ،، (یعنی اسلام سے پھر جانے والے) کا نام دیا تھا ۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا تھا ۔ چنانچہ ان کا یہ نام آج تک جاری ہے۔ اگر وہ لوگ مرتد نہ ہوتے تو ان کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا جاتا ۔ ان کے مرتد ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان نہ تو صدر اول میں اور نہ بعد میں کبھی اختلاف ہوا ۔ لھذا سود خوری کا موقف اختیار کرنے والا اگر سود کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے اور اگر کسی جتھے کی مدد سے مزاحمت پر اتر آتا ہے تو امام اس کو اور اس کے مددگاروں کو مرتد قرار دے اور ان کے ساتھ وھی سلوک کرے جو ''اھل الردہ،، کے ساتھ کیا گیا تھا، بشرطیکہ وہ لوگ مرتد قرار دیئے جانے سے پہلے ملت کے افراد سمجھے جاتے ہوں ۔ اور اگر سود خور سود کی حرمت کا اعتراف کرنے کے باوجود عملاً اس سے باز نہ آئیں اور مزاحمت کریں تو امام اس وقت تک ان کے خلاف لڑائی جاری رکھے جب تک کہ وہ باز نہ آئیں۔ البتہ اگر مزاحمت نہ کریں تو امام ان کو قید و بند اور مارپیٹ کی سزا دے ، یہاں تک وہ اس سے باز آجائیں ۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے ذمی عیسائیوں کو

یہ فرمان بھیجا، ''سود چھوڑ دو یا اللہ اور رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہوجاؤ،،۔
ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا، مجھ سے ایوب دمشقی نے بیان کیا اس نے کہا، سعدان بن یحیی نے، بواسطہ عبداللہ بن ابی حمید، بواسطہ ابو ملیح الھذلی مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نجران کے (عیسائی) باشندوں سے مصالحت کی تو ان کو ایک مکتوب بھیجا جس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ ''اس بات کا عہد کرو کہ تم سود نہیں کھاؤ گے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص سود کھائے گا تو میں اسکی حفاظت کا ذمہ دار نہیں،،۔

حاصل یہ کہ ''یا ایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا مابقی من الربا،، کے بعد اللہ تعالی کا ارشاد، ''فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ،، (۱) حکم نہ ماننے یا (۲) حکم قبول کرنے کے بعد عملاً اس سے باز نہ آنے دونوں صورتوں سے متعلق ھے۔ چنانچہ جس نے حکم سے انکار کیا اس سے اس لئے لڑائی کی جائے گی کہ وہ مرتد ھے اور جس نے حکم مانا مگر سود کو حرام جاننے کے باوجود اس سے باز نہ آیا تو بصورت مزاحمت اس سے بھی لڑائی کی جائے گی مگر وہ مرتد نہیں۔ مزاحمت نہ کرنے کی صورت میں امام کی رائے کے مطابق اسے قید و بند یا مارپیٹ کی سزا دی جائے گی۔

ارشادالھی، ''فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ،، اس بات کا اعلان ھے کہ جو لوگ اس آیت کا حکم نہیں بجا لاتے وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف برسر پیکار ھیں۔ نیز یہ بھی بتانا مقصود ھے کہ یہ جرم، جرم عظیم ھے اور سود سے باز نہ آنے والے ''محاربین للہ و رسولہ،، (اللہ اور رسول کے خلاف جنگ کرنے والے) کہلائے جانے کے مستحق ھیں۔ اس نام میں دو مفہوم شامل ھیں (۱) سود کو حلال جاننے کی صورت میں کفر (۲) اور سود کی حرمت کا اعتقاد رکھنے کے باوجود عملاً اس سے باز نہ آنا۔ بعض لوگوں نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ھے کہ اللہ تعالی اپنے نبی اور مومنوں کو سود خوروں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دے رہا ھے گویا یہ آیت جنگ کرنے کا اعلان ھے تاکہ

مسلمان لاعلمی میں ان سے اچانک نہ لڑ پڑیں جیسا کہ ارشاد الہی، ''فاما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سوآء ان اللہ لا یحب الخائنین''، (اگر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہے ہو تو (ان کا عہد) انہی کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ خدا دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا) میں دشمن کو خبردار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس مفہوم کی بنا پر یہ خطاب مزاحمت کرنے والوں سے ہے جبکہ پہلے (بیان کردہ) مفہوم کی رو سے ''محاربین للہ و رسولہ،، کے تحت آنے والے ہر دو گروہ اس کے مخاطب ہیں لھذا یہ مفہوم بہتر ہے ۔

حواشی

(۱) البقرۃ : ۲۷۵

(۲) البقرۃ : ۲۷۵

(۳) البقرۃ : ۲۷۵

(۴) النساء : ۲۳

(۵) النساء : ۲۹

(۶) البقرۃ : ۲۷۵

(۷) البقرۃ : ۲۷۸

(۸) البقرۃ : ۲۷۹

(۹) البقرۃ : ۲۷۸، ۲۷۹

(۱۰) المائدہ : ۳۳